بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة البقرة

(۳۶)

(گزشتہ سے پوستہ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ، أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ، فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ

(یہ اللہ کے حدود ہیں اور ان کی پابندی وہی کر سکتے ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں، اس لیے) ایمان والو، تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ۔^{۴۸۱} یہ گنتی کے چند دن ہیں۔^{۴۸۲} اس پر بھی جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں

[۴۷۹] اصل میں لفظ 'الصیام' آیا ہے۔ اللہ کی خوش نودی کے لیے کھانے پینے اور زن و شو کے تعلق سے رک جانے کے معنی میں یہ ایک دینی اصطلاح کے طور پر عربی زبان میں ہمیشہ سے اسی طرح معروف رہا ہے جس طرح روزے کا لفظ ہماری اردو زبان میں اس معنی کے لیے معروف ہے۔

[۴۸۰] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی نازل کردہ شریعتوں میں روزہ ابتدا ہی سے تربیت نفس کی خاص عبادت رہی ہے۔

[۴۸۱] حدود الہی کی پابندی کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے اندر جذبات اور خواہشات پر قابو پانے کی صلاحیت پیدا

کرے اور یہ صلاحیت، اگر غور کیجیے تو فی الواقع اللہ کے ڈر ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ، وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ
مَسْكِينٍ ، فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۳-۱۸۴﴾

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ

یہ گنتی پوری کر لے۔ اور جو اس کی طاقت رکھتے ہوں (کہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں) تو ان پر ہر روزے کا بدلہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ پھر جو شوق سے کوئی نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے، اور روزہ رکھ لو تو یہ تمہارے لیے اور بھی اچھا ہے، اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ ۱۸۳-۱۸۴

رمضان کا مہینا ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کے لیے رہنما بنا کر اور نہایت واضح دلیلوں کی

[۲۸۲] یہ الفاظ تالیف قلب کے طور پر آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تربیت نفس کے لیے تیس یا انتیس دنوں کا یہ نصاب

حقیقت میں چند روزہ ہی ہے، لہذا اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

[۲۸۳] اصل الفاظ ہیں: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ۔ ان میں ضمیر کا مرجع اگرچہ موخر ہے، لیکن غور کیجیے تو متکلم کی نیت

میں وہ بالکل اسی طرح مقدم ہے جس طرح، مثال کے طور پر، ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں: تم اس کی ہمت رکھتے ہو تو سفر کے لیے نکل جاؤ۔

[۲۸۴] قضا روزوں کے بدلے میں مسکین کو کھانا کھلانے کی یہ اجازت، جیسا کہ آگے کی آیت سے واضح ہوگا، بعد میں

منسوخ کر دی گئی اور ان کی جگہ روزہ رکھنا ہی ضروری قرار دیا گیا۔

[۲۸۵] مطلب یہ ہے کہ روزے کا یہ فدیہ کم سے کم مطالبہ ہے جو استطاعت رکھنے والوں کو ہر حال میں پورا کرنا

چاہیے، لیکن اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ان کے ساتھ کوئی اور نیکی کر دے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

[۲۸۶] یعنی یہ فدیہ ایک رعایت ہے۔ اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر یہی ہے کہ آدمی فدیے کے بجائے دوسرے دنوں میں

روزے ہی پورے کر دے۔

[۲۸۷] آگے قضا شدہ روزوں کے لیے فدیے کی جو اجازت ختم کی گئی ہے، اس سے واضح ہے کہ یہ آیت اوپر والی

آیت کے کچھ عرصہ بعد نازل ہوئی ہے۔

وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ - وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ - يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ

صورت میں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے سراسر ہدایت بھی ہیں اور حق و باطل کا فیصلہ بھی۔ سو تم میں سے جو شخص
اس مہینے میں موجود ہو، اُسے چاہیے کہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے
دنوں میں یہ گنتی پوری کر لے۔ (یہ رخصت اس لیے دی گئی ہے کہ) اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور
نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ سختی کرے۔ اور (فدیے کی اجازت اس لیے ختم کر دی گئی ہے کہ) تم روزوں

[۲۸۸] اصل میں لفظ 'بینات' استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد نہایت واضح، دل نشیں اور ہر الجھن کو دور کر دینے والے
دلائل و براہین ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ قرآن ان بینات کا ایسا خزانہ ہے جو رہتی دنیا تک عقل انسانی کی رہنمائی کے لیے کافی
ہے۔

[۲۸۹] اصل الفاظ ہیں: 'فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ'۔ تالیف کلام کے لحاظ سے یہ اوپر کے مبتدا کی خبر
ہے اور 'فلیصمه' کے معنی اس میں یہ ہیں کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے جائیں، اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی جائے۔
[۲۹۰] یعنی اس طرح کی حالت ہو کہ آدمی کے لیے روزہ رکھنا غیر معمولی تکلیف کا باعث بن جائے۔ چنانچہ یہی حکم
حاملہ، مرضہ اور پیرفانی کا بھی ہوگا۔

[۲۹۱] یہاں اللہ تعالیٰ نے اوپر والی آیت کے الفاظ 'و علی الذین یطیقونہ' سے 'ان کنتم تعلمون تک حذف
فرمادیے ہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ قضا شدہ روزوں کے لیے فدیے کی جو اجازت اس سے پہلے دی گئی تھی، وہ ختم ہو
گئی ہے۔ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے آگے خود بیان کر دی ہے۔ لیکن اس سے پہلے یہ اجازت کیوں دی گئی؟ اس سوال کا جواب
ہمارے نزدیک یہ ہے کہ رمضان کے بعد عام دنوں میں روزہ رکھنا چونکہ مشکل ہوتا ہے، اس لیے جب تک طبائع اس کے لیے
پوری طرح تیار نہیں ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے اسے لازم نہیں فرمایا۔

[۲۹۲] اس سے پہلے، اگر غور کیجیے تو تین باتیں بیان ہوئی ہیں: ایک یہ کہ روزوں کے لیے رمضان کا مہینا خاص کیا گیا۔
دوسری یہ کہ فدیہ کی اجازت منسوخ کر دی گئی۔ تیسری یہ کہ سفر اور مرض کی حالت میں روزے دوسرے دنوں پر ملتوی کیے جا
سکتے ہیں۔ یہاں ان تینوں کی حکمت اللہ تعالیٰ نے ترتیب صعودی کے ساتھ، یعنی نیچے سے شروع کر کے اوپر کی طرف چڑھتے
ہوئے بیان فرمادی ہے۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾

کی تعداد پوری کرو، (اور جو خیر و برکت اس میں چھپی ہوئی ہے، اُس سے محروم نہ رہو)۔ اور (اس مقصد کے لیے رمضان کا مہینہ اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ قرآن کی صورت میں) اللہ نے جو ہدایت تمہیں بخشی ہے، اُس پر اُس کی بڑائی کرو اور اس لیے کہ تم اُس کے شکر گزار بنو۔ ۱۸۵^{۴۹۳}

[۴۹۳] مطلب یہ ہے کہ جس مہینے میں دنیا کو قرآن جیسی نعمت ملی، وہ سزاوار تھا کہ خدا کی تکبیر اور شکرگزاری کا خاص مہینہ قرار دیا جائے۔ روزہ یہی تکبیر اور شکرگزاری ہے۔ اس میں انسان جب اپنی جائز خواہشوں سے بھی محض اپنے پروردگار کی خوش نودی اور رضا کی طلب میں دست بردار ہو جاتا ہے تو گویا اپنے قول و فعل، ظاہر و باطن اور اپنے روز و شب، ہر چیز سے اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم سے بڑی اس کے نزدیک کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ اللہ کی عظمت، جلالت اور اس کی بزرگی و کبریائی کے احساس و اعتراف کی یہی حالت، اگر غور کیجیے تو اس کی شکرگزاری کا حقیقی اظہار بھی ہے۔

(باقی)